

تھیں۔ مگر مہینے مجھ پر رحم آگیا شاید تم نے ایک گھرے ہوئے آدمی کو ٹھوکر مارنا مناسب نہ سمجھا۔ اگر خدا نخواستہ آج ہم میں اور تم میں کسی وجہ سے بد مزگی ہو جائے تو کیا کل تم مجھے مصیبت میں دیکھ کر ذرا بھی ہمدردی نہ کر دو گی؟ کیا مجھے بھوکوں مرتے دیکھ کر میرے ساتھ اس سے بہتر سلوک نہ کر دو گی؟ جو آدمی کنوؤں کے ساتھ کرتا ہے کیا اس وقت تم میرے ساتھ ذرا بھی ہمدردی نہ کر دو گی؟ زہرہ تم اگر چاہو تو جالپا کا پورا پورا بیتہ لگا سکتی ہو وہ کہاں ہے کیا کرتی ہے میری طرف سے اس کے دل میں کیا خیال ہیں۔ گھر کیوں نہیں جاتی۔ یہاں کب تک رہنا چاہتی ہے اگر تم کسی طرح جالپا کو گھر جانے پر راضی کر سکو تو میں عمر بھر تمہاری غلامی کروں گا۔ اس سختہ حالی میں میں اُسے نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے ایسا صدمہ ہو رہا ہے کہ شاید یہی آج رات کو یہاں سے بھاگ جاؤں۔ مجھ پر کیا گزرے گی اس کا مجھے مطلق غم نہیں ہے۔ میں دلیر نہیں ہوں۔ خطرہ کے سامنے ہمیشہ میرا حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ لیکن میری بے غیرتی بھی یہ چوٹ نہیں سہہ سکتی۔ زہرہ طوائف تھی۔ بھلے بُرے سبھی طرح کے آدمیوں سے اسے سابقہ پڑ چکا تھا۔ آدمیوں کا مزاج پہچانتی تھی۔ اس پر دیسی نوجوان میں اسے وہ چیز ملی جس کا درد میں کہیں پتہ نہ تھا۔ اس کی زندگی میں زہرہ کو یہ پہلا آدمی ملا تھا جس نے اس کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا۔ ایسے وفادار محبت کے پتلے کو وہ یابوس نہ کر سکتی تھی۔ رما کی باتیں سن کر اسے ذرا بھی حسد نہ ہوا۔ بلکہ اس کے دل میں ایک خود غرضانہ امانت کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس موقع پر رما کو خوش کر کے ہمیشہ کے لئے اپنا غلام بنا سکتی تھی۔ جالپا سے اُسے کوئی خوف نہ تھا۔ جالپا کتنی ہی حسین کیوں نہ ہو۔ زہرہ اپنی عشوہ طرازی اپنی دلچسپی والی اداؤں سے اس کا رنگ پھیکا کر سکتی تھی۔ اس نے بار بار کلچر اڈاکٹر ایڈیو کو رلا کر چھوڑ دیا تھا پھر جالپا کس شمار میں تھی۔

زہرہ نے اس کی دلجوئی سے کہا۔ تو اس کے لئے تم اتنے رنجیدہ کیوں ہو۔

زہرہ تمہارے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہے، میں کبھی جا لیا کو تلاش کر دوں گی۔ وہ یہاں رہنا چاہیں گی تو ان کے آرام کا سامان مہیا کر دوں گی جانا چاہیں گی تو ریل پر بٹھا دوں گی۔ رانے بڑی عاجزی سے کہا۔ ایک بار میں اس سے مل لیتا تو میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا۔

زہرہ نے فکرمند ہو کر کہا یہ تو مشکل ہے، تمہیں یہاں سے کون جانے دے گا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ میں جا لیا کو پارک میں کھڑی کر آؤں، تم ڈیڑھ گھنٹہ کے ساتھ وہاں جاؤ اور کسی بہانے سے اس سے مل لو۔

رما کچھ کہنا چاہتا تھا کہ دروغ نے پکارا، مجھے بھی خلوت میں آنے کی اجازت ہے دونوں سنبھل کر بیٹھے اور دروازہ کھول دیا، دروغ جی مسکراتے ہوئے آئے۔ اور زہرہ کی بغل میں بیٹھ کر بولے، یہاں آج ساٹا کیا؟ کیا آج خزانہ خالی ہے؟ زہرہ آج اپنے دستِ خانی سے ایک جام بھر دو، رمانا تھک بھائی جان ناراض نہ ہونا۔ رانے ترش ہو کر کہا۔ اس وقت رہنے دیجئے، دروغ جی آپ تو پئے ہوئے نظر آتے ہیں۔

دروغ نے زہرہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا، بس ایک جام زہرہ، اور پھر ایک رات اور آج میری مہمانی قبول کرو۔

رانے گرم ہو کر کہا۔ آپ اس وقت یہاں سے چلے جائیں، میں یہ گوارا نہیں کر سکتا۔

دونوں آدمیوں میں حجت ہونے لگی، دروغ کا اسرار تھا کہ زہرہ اس کے ساتھ جا لے، رما کہتا تھا اس وقت وہ ہرگز نہیں جاسکتی، اگر وہ گئی تو میں اس کا اور آپ کا دونوں کا خون پی جاؤں گا۔ آخر دروغ صاحب نے زہرہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا، رما اب ضبط نہ کر سکا اس نے دروغ کو دھکا دے کر باہر نکال دیا۔ اور

دروازہ بند کر کے کٹڑی لگا دی۔ درد مند مضبوط آدمی تھا لیکن اس وقت نشے سے کمزور کر دیا
 تھا، باہر برآمدہ میں کھڑے ہو کر کالیاں بکنے لگا اور دروازہ پر ٹھوکریں مارنے لگا۔
 رمانے زہرہ سے کہا، کہو تو جا کر بچہ کو برآمدے کے نیچے ڈھکیل دوں!
 زہرہ بکنے دو۔ آپ ہی چلا جائے گا شاید چلا گیا تم نے بہت اچھا کیا کہ سو روٹ نکال
 باہر کیا، مجھے لیجا کر دق کرتا۔

زہرہ۔ اور جو وہ کلی سے مجھے نہ آنے دے۔
 رام۔ اگر اس نے ذرا بھی شرارت کی تو کوئی مار دوں گا۔ وہ دیکھو طاق پر پستول رکھا
 ہوا ہے، تم اب میری ہوزہرہ! میں نے اپنا سب کچھ تمہارے قدموں پر نثار کر دیا، کسی
 دوسرے آدمی کو تمہارے بیچ میں آنے کا حق نہیں ہے، جب تک میں نہ مردوں۔

(۴۸)

راما سارا دن قیاب رہا، کبھی مایوسی کی اندھیری گھاٹیاں سامنے آ جاتیں کبھی اُمید
 کی ہیراتی ہوئی ہیرا پائی زہرہ جا لیا کی تلاش میں گئی بھی ہوگی یہاں سے تو بڑے لمبے چوڑے
 وعدے کر کے گئی تھی۔ مگر اسے کیا غرض ہے، آکر کہہ دے گی ملاقات ہی نہیں ہوئی، کہیں جا کر
 ڈپٹی صاحب سے سارا راز فاش کر دے تو سیمپاری جا لیا پر بیٹھے بٹھائے آفت آجائے، مگر زہرہ
 اتنی سفلہ مزاج نہیں ہے اگر زہرہ جیسی عورت اتنی بے وفا ہو سکتی ہے تو یہ دنیا رمنے کے
 قابل نہیں، رہا کو وہ دن یاد آئے جب اس کے دفتر سے آتے ہی جا لیا اس کی جیب ٹٹوٹی تھی
 اور وہ روپے نکال لیتی تھی، وہی جا لیا آج اتنی پاک نفس ہو گئی رتبہ پیار کرنے کی چیز
 تھی، اب وہ پرستش کی چیز ہے۔

راما کو اپنی اس غلطی پر افسوس ہو رہا تھا جو اس نے جا لیا کی بات نہ مان کر کے کی
 تھی۔ اگر اس نے اس کی مرضی کے مطابق بیچ کے اجلاس میں اپنا بیان بدل دیا ہوتا دھمکیوں

میں نہ آتا تو اس کی یہ حالت کیوں ہوتی، جا لیا کے ساتھ وہ ساری مصیبتیں پھیلے جاتا، اس محبت اور عقیدت کا خود ہیں کروہ مخالفوں کا کامیابی سے مقابلہ کرتا، اگر اسے پھانسی بھی ہو جاتی تو وہ ہنستے پھلتے اس پر چڑھ جاتا۔

مگر پہلے اس سے چاہے جو غلطی ہوئی ہو، اس وقت تو وہ غلطی سے نہیں جا لیا کی خاطر سے یہ تکلیف پھیل رہا تھا۔ آخر پولیس والوں کے دل میں اپنا اعتبار بیدار کرنے کے لئے وہ اور کیا کرتا۔ یہ شیطان جا لیا کو تلتے۔ اس کو رسوا کرتے، اس پر جھوٹے مقدمہ چلاتے۔ وہ حالت تو اور بھی ناقابل برداشت ہوتی، وہ خود پست ہمت ہے اور ذلت برداشت جا لیا شاید جان ہی دے دیتی۔

اسے آج معلوم ہوا کہ وہ جا لیا کو ترک نہیں کر سکتا اور زہرہ کو ترک کرنا بھی اس کے لئے محال معلوم ہوتا تھا۔ کیا وہ دونوں کو خوش رکھ سکتا ہے، کیا ان حالات میں جا لیا اس کے ساتھ رہنا قبول کرے گی، ہرگز نہیں، وہ شاید کبھی اسے معاف نہ کرے گی، جا لیا کو اگر یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ما اس کی خاطر اذیتیں بھوگ رہا ہے تو بھی وہ اسے آرام سے بکدوش نہ کرے گی۔

وہ دن بھر اسی ادھیڑ میں، پڑا رہا نہانے اور کھانے کا وقت ٹل گیا۔ اسے کسی بات کی پرواہ نہ تھی، اخبار سے دل بہلانا چاہا، ناول لے کر بیٹھا مگر کسی کام میں دل نہ لگا۔ آج دروغ جی بھی نہیں آئے۔ باتورات کے واقعے سے ناراض ہو گئے یا نامدم۔ رمانے کسی سے اس کے منتقلی پوچھا بھی نہیں۔

رات کے دس بج گئے، گزہرہ کا کہیں پتہ نہ تھا، پھاٹک بند ہو گیا، راکو اب اس کے آنے کی امید نہ رہی، پھر بھی دروازے کی طرف اس کے کان لگے ہوئے تھے، کیا جا لیا اسے ملی ہی نہیں۔ یاد وہاں گئی ہی نہیں۔ اس نے ارادہ کیا کہ اگر کل زہرہ نہ آئی تو کسی کو اس کے گھر بھیجے گا۔ علی الصبح وہ دروغ کے پاس جا کر لوبلاہ پرسوں رات تو آپ اپنے ہوش و حواس میں تھے

دروغہ نے حد کو چھپاتے ہوئے کہا۔ میں محض آپ کو پھنسا رہا تھا۔
 رہا زہرہ رات آئی ہی نہیں۔ ذرا کسی کو بھیج کر تیرے تو لگوائیے، ماجر کیا ہے؟
 دروغہ نے بے اعتنائی اسے کہا۔ اسے غرض ہوگی خود آئے گی، کسی کو بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے
 رات نے پھر اصرار نہ کیا، سمجھ گیا یہ محض اس سے جملے ہوئے ہیں، اب اور کس سے پوچھے۔
 ایک ہفتہ تک زہرہ سے اس کی ملاقات نہ ہوئی، اب اس کے آنے کی کوئی امید نہ تھی۔
 رات نے سوچا آخریے وفا نکلی، یا ممکن ہے پولیس والوں نے اسے آنے کی ممانعت کر دی ہو، کم سے کم
 مجھے ایک خط تو لکھ سکتی تھی۔ مگر اس کا ضمیر کہتا تھا کہ زہرہ بے وفائی نہیں کر سکتی۔

آٹھواں دن تھا آج ایک بہت اچھا فلم ہونے والا تھا، دروغہ نے آکر رہا سے کہا۔
 تو وہ چلنے کو تیار ہو گیا، ریڑھے پیس رہا تھا کہ زہرہ آئی، پہنچ رہا تھا کہ دیکھا پھر اپنے بال
 سنوارنے لگا، مگر اسے دیکھ کر تعجب ہوا کہ زہرہ محض ایک سفید ساڑھی پہنے ہوئے ہے
 ایک بھی زیور اس کے جسم پر نہ تھا۔ ہونٹ سوکھے ہوئے تھے اور چہرے پر معشوقانہ شوخی
 کی جگہ متانت جھلک رہی تھی۔

وہ ایک منٹ تک کھڑی رہی، تب رما کے پاس جا کر بولی۔ کیا مجھ سے ناراض ہو گئے
 حضور! اس لئے کہ میں اتنے دنوں آئی کیوں نہیں۔

رمانے روکھے پن سے جواب دیا، اگر تم اب بھی نہ آتی تو میرا کیا اختیار تھا۔
 زہرہ نے مسکرا کر کہا۔ یہ اچھی دگلی ہے، آپ ہی نے تو ایک کام سونپا اور جب وہ
 کام کر کے لوٹی تو آپ بگڑ بیٹھے۔ وہ کام تم نے آسان سمجھا تھا کہ پیشگیوں میں پورا ہو جاتا، تم
 نے مجھے اس عورت کے پاس بھیجا تھا جو اوپر سے موسم ہے اور اندر سے پتھر جیوتی نازک ہو کر بھی اتنی
 مضبوط ہے۔

رمانے نے توجہ سے پوچھا، ہے کہاں کیا کرتی ہے۔
 زہرہ، اسی دیش کے گھر ہے جسے پھانسی کی سزا ہو گئی ہے، اس کے دو بچے ہیں، بیوی

ہے اور ماں ہے، دن بھر انہیں بچوں کو لئے رہتی ہے، بڑھیا کے لئے ندی سے پانی لاتی ہے، گھر کا سارا کام کاج کرتی ہے اور جب فرصت پاتی ہے تو ان کے لئے چندہ مانگنے نکل جاتی ہے وہ خاندان بڑی تکلیف میں تھا، کوئی مددگار نہ تھا، دوست سبھی منہ پھیر بیٹھے تھے کئی فاقے تک ہو چکے تھے جا لیا نے جا کر انہیں جلا لیا۔

راما کی ساری بے دلی کا فور ہو گئی۔ جو تے پینا بھول گیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ تم ٹھٹھی کیوں ہو بیٹھ جاؤ شروع سے کہو۔ ایک بات بھی مت چھوڑنا تم پہلے اس کے پاس کیسے بیٹھیں، کیسے پتہ چلا ؟

زہرہ۔ کچھ نہیں پہلے اس دیی دین کے گھر گئی۔ اس نے ونیش کے گھر کا پتہ بتا دیا۔ بس وہاں

جا پہنچی۔

راما تم نے اسے جا کر پکارا نہیں دیکھ کر کچھ چیخکی تو ضرور ہو گی۔

زہرہ مسکرا کر بولی۔ میں اس شکل میں نہ تھی۔ دیی دین کے گھر سے نکل کر میں اپنے گھر

گئی۔ اور بوہم سماج عورت کا سوانگ بھرا نہ جانے مجھ میں ایسی کوئی بات ہے جس سے دوسرے

فرما بھانپ جاتے ہیں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ اور برائے نمونوں لیڈروں کو دیکھتی ہوں کوئی

ان کی طرف آنکھیں نہیں اٹھاتا، میرا لباس وہی ہے میں بھڑکیلے کپڑے اور زیور بالکل

نہیں پہنتی۔ پھر بھی سب لوگ میری طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں میری اعلیت نہیں چھپتی

مجھے ہی خوف تھا کہ کہیں جا لیا بھانپ نہ جلے، دنیا سوانگ بھر کر میں وہاں پہنچی تو وہ کیا کوئی بھی نہ

پہچان سکتا تھا میں نے ونیش کے گھر جا کر اس کی ماں سے بات چیت شروع کی۔ اپنا گھر منگبر تلبا

بچوں کے لئے مٹھا کی لبتی کئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ جو پارٹ میں کھیلنے گئی تھی وہ میں نے کامیاب

کے ساتھ کھیلا دو دن عورتیں رونے لگیں، اسی اثنا میں جا لیا بھی گنگا جل لئے آپہنچی، میں نے

ونیش کی ماں سے منگلہ میں پوچھا یہ کون ہے اس نے کہا یہ بھی تمہاری ہی طرح ہم لوگوں کے

غم میں شریک ہونے کے لئے آئی ہے یہاں اس کا شوہر کسی دفتر میں نوکر ہے روز سویرے

آجاتی ہے اور بچوں کو گھمانے جاتی ہے میرے لئے روز ندی سے گنگا جل لاتی ہے ہمارے کوئی آگے پیچھے نہ تھا بچے دانے دانے کو ترستے تھے رجب سے یہ آگئی ہیں ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہے ہم نے نہ جلنے کو نہ سی پتیا کی تھی جس کا یہ بردان ہمیں ملا ہے اس گھر کے سامنے ہی ایک چھوٹا سا باغ ہے محلے بھر کے بچے وہیں کھیلا کرتے ہیں، شام ہو گئی تھی جا لیا دیوی نے دونوں بچوں کو ساتھ لیا اور پارک کی طرف چلیں، میں جو ٹھٹھائی لے گئی تھی اس میں سے بڑھیا نے ایک لٹیک ٹھٹھائی دونوں بچوں کو دی۔ دونوں خوش ہو کر ناچنے لگے۔ بچوں کی اس خوشی پر مجھے رونا آگیا جب پارک میں دونوں بچے کھیلنے لگے تو جا لیا سے میری باتیں ہونے لگیں۔

رمانے گری اور قریب کرنی اور آگے کو بھٹک گیا بولا کہ کس طرح بات چیت شروع کی زہرہ کہہ رہی ہوں میں نے پوچھا، جا لیا دیوی گھر کی دونوں عورتوں سے تمہاری تعریف سن کر میں تمہارے اوپر عاشق ہو گئی ہوں۔
رمانہ بالکل یہی الفاظ تھے۔

زہرہ۔ بالکل یہی۔ میری طرف تعجب سے دیکھ کر بولیں، تم بنگال نہیں معلوم ہو تھیں اتنی صاف ہندی کوئی بنگال نہیں بولتی میں نے کہا۔ میں منگیتر کی رہنے والی ہوں اور یہاں مسلمان عورتوں سے میری بہت آمد و رفت ہے، آپ سے ملنے کو جی چاہتا ہے آپ کہاں رہتی ہیں؟ کبھی کبھی دو گھنٹی کے لئے چلی آؤں گی۔ تمہاری محبت میں شاید میں بھی آدمی بن جاؤں۔ جا لیا نے شرمناک کہا۔ تم تو مجھے بنانے لگیں ہیں۔ کہاں تم کالج کے پڑھنے والی کہاں میں جاؤں۔ گنوار عورت تم سے مل کر میں البتہ آدمی بن جاؤں گی جب جی چاہے ہیں چلی آنا۔ ہمیں میرا گھر سمجھو۔

میں نے کہا۔ تمہارے شوہر بہت شریف معلوم ہوتے ہیں کہ تمہیں آزادی دے رکھی ہے کسی دفتر میں ہیں؟

جا لیا نے اپنے ناخنوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پولیس میں اُمیدوار ہیں۔

میں نے تعجب سے پوچھا پولیس میں رہتے ہوئے بھی انہوں نے ہمیں یہاں آنے کی آزادی دے دی؟

جالپا اس سوال کے لئے تیار نہ تھی۔ کچھ چونک کر بولی۔ وہ مجھ سے کچھ نہیں کہتے۔ میں نے ان سے یہاں آنے کا کبھی ذکر ہی نہیں کیا۔ وہ گھر بہت کم آتے ہیں وہیں پولیس والوں کے ساتھ رہتے ہیں۔

میں نے پوچھا تم اپنے شوہر کے ذریعہ سے میری ملاقات اس منجر سے کرا سکتی ہو جس نے ان بے گناہوں کے خلاف شہادت دی۔

رانا نندہ کی آنکھیں فرطِ اشتیاق سے پھیل گئیں اور چھاتی دھک دھک کرنے لگی۔
زہر نے پھر اپنا قصہ کہنا شروع کیا۔ یہ سُن کر جالپا دیوی نے مجھے تیز نگاہوں سے دیکھ کر پوچھا اس سے مل کر کیا کر دو گی۔

میں نے کہا میں اس پہلے آدمی سے صرف اتنا پوچھنا چاہتی ہوں کہ تم نے اتنے بیگانوں کو پھنسا کر کیا پایا یا صرف یہ دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔

جالپا کا چہرہ یکایک سرخ ہو گیا بولیں۔ وہ کہہ سکتا ہے۔ میرا فائدہ اسی میں تھا سارا دنیا اپنے فائدے کے لئے مرتی ہے میں نے بھی اپنا فائدہ اس میں سوچا جب پولیس کے آدمی سے یہ سوال کوئی کہنی کرتا تو اسی غریب سے یہ سوال کیوں کیا جائے۔

میں نے پوچھا۔ اچھا ذرا دیر کے لئے فرض کر لو تمہارا شوہر ہی منجر ہوتا تو تم کیا کرتیں؟
جالپا نے میری طرف سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ تم مجھ سے یہ سوال کیوں کرتی ہو۔ خود اپنے دل میں اس کا جواب کیوں نہیں ڈھونڈتیں۔

میں نے کہا۔ میں تو ان سے کبھی نہ بولتی رہ نہ کبھی ان کی صورت دیکھتی۔
جالپا نے دو رنگے پن سے جواب دیا۔ شاید میں بھی ایسا ہی سمجھتی یا ممکن ہے نہ سمجھتی کچھ کہہ نہیں سکتی آخر پولیس والوں کے گھروں میں بھی تو عورتیں ہیں وہ کیوں اپنے شوہروں

سے کچھ نہیں کہتیں۔ جس طرح ان کے دل اپنے مردوں کے لئے ہو گئے ہیں، ممکن ہے میرا دل بھی ویسا ہی ہو جاتا۔

اتنے میں اندھیرا ہو گیا۔ جا لیا دیوی نے کہا۔ اب مجھے دیر ہو رہی ہے بہن! بچے ساتھ ہیں، ممکن ہو تو کل پھر ملے گا آپ کی باتیں نہایت دلچسپ ہوتی ہیں۔
میں چلنے لگی تو انہوں نے چلتے چلتے مجھ سے کہا ضرور ایسے کار میں ہمیں ملوں گی، آپ کا انتظار کرتی رہوں گی، ہاں میں نے آپ کا نام تو پوچھا ہی نہیں۔
میں نے اپنا نام بتلا دیا۔

رمانے کہا یہ تم نے بڑا غضب کیا۔

زمرہ بولی نام بتلانے میں کیا ہرج تھا، پہلے تو وہ چونکیں مگر شاید سمجھ گئییں جنگلی مسلمان ہو گئی جب وہ چلنے لگیں تو میں نے کہا۔ آپ سے باتیں کر کے ابھی سیری نہیں ہوئی، اگر کوئی ہرج نہ ہو تو میں بھی تمہارے گھر چلوں، رات میں باتیں ہو گئیں۔ جا لیا راضی ہو گئیں۔ ہم دونوں چلے اس دروازے سے کنگھرے میں نہ جانے وہ کیونکر رہتی ہیں، تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں ہے۔ کہیں ٹھکے ہیں کہیں کھٹا۔ کہیں صندوق، نمی سے دیواریں تر ہو رہی تھیں اور تعفن کے مارے ناک پھٹی جاتی تھی۔
کھانا تیار ہو گیا تھا، دیش کی بیوی برتن دھو رہی تھی، جا لیا دیوی نے اسے اٹھا کر کہا۔ بچوں کو کھلا کر سلا دو، میں برتن دھوئے دیتی ہوں۔ ان کی اس بے نفسی کا میرے دل پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ میں وہیں بیٹھ گئی۔ اور بائیسے ہوئے برتنوں کو دھونے لگی۔

جا لیا نے میرے ہاتھوں سے برتن چھین لینا چاہا ہے لیکن جب میں اپنی جگہ سے نہ ہلی تو انہوں نے پانی کا ٹمکا الگ ٹمکا کر کہا۔ میں پانی نہ دوں گی۔ تم یہاں سے اٹھ جاؤ۔ مجھے بڑی شرم آتی ہے ہمیں میری قسم ہٹ جاؤ۔ تم نے اپنی زندگی میں ایسا کام کا ہے کو کیا ہو گا۔
میں نے کہا تم نے بھی تو نہیں کیا ہو گا۔

جا لیا نے کہا۔ میری اور بات ہے، میں نے پوچھا کیوں جو بات تمہارے لئے ہے وہی

بات میرے لئے ہے۔ کوئی ہماری کیوں نہیں رکھ لیتی۔ جا لیا نے کہا۔ مہرباں آٹھ آٹھ روپے مانگتی ہیں۔ میں بولی میں آٹھ دس روپے مہینہ دے دیا کروں گی۔

جا لیا نے ایسی نکاہوں سے میری طرف دیکھا جس میں سچی محبت کے ساتھ سچی خوشی اور دعائے خیر بھری ہوئی تھی۔ کتنی پاکیزہ نگاہ ہے اس کی۔ اس بے عرض خدمت کے سامنے مجھے اپنی زندگی کتنی حقیر لگتی۔ قابلِ نفرت معلوم ہو رہی تھی۔ ان برتنوں کے دھونے میں مجھے جو لطف آیا اُسے بیان نہیں کر سکتی۔ برتن دھونے کے بعد جا لیا دیوی بڑھیکے پاؤں دبانے بیٹھ گئیں۔ میں کھڑی یہ پاک نظارہ دیکھ رہی تھی۔

فوجی ہم دونوں وہاں سے چلے راستے میں جا لیا نے کہا۔ زہرہ تم سمجھتی ہو گی میں ان لوگوں کی یہ خدمت کر رہی ہوں۔ یہ بات نہیں ہے۔ میں دراصل اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر رہی ہوں۔ مجھ سے زیادہ بد نصیب عورت دنیا میں نہ ہو گی۔

میں نے انجان بن کر کہا۔ اس کا مطلب میں نہیں سمجھی۔ جا لیا نے پُر حشر لہجے میں کہا۔ کبھی موقع آئیگا تو بتا دوں گی۔ میں نے کہا۔ تم مجھے حکم میں ڈالے دیتی ہو بہن۔ جب تک اس کا مطلب نہ سمجھا دوں گی میں تمہارا گلہ نہ چھوڑوں گی۔

جا لیا نے لمبی سانس کھینچ کر کہا۔ زہرہ! کسی بات کو خود چھپائے رہنا اس سے زیادہ آسان ہے کہ دوسروں پر وہ بوجھ رکھوں۔

کچھ دیر تک ہم دونوں خاموش چلتے رہے۔ یکایک جا لیا نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ زہرہ اگر اس وقت ہمیں معلوم ہو جائے کہ میں کون ہوں تو شاید تم نفرت سے منہ پھیر لو گی اور میرے سانس سے درجھا لو گی۔

ان الفاظ میں خدا جانے کیا جادو تھا کہ میرے سارے ویس کھڑے ہو گئے۔ یہ ایک رنج اور شرم سے بھرے ہوئے دل کی نورانی صدا تھی جس نے میرے سیاہ کارناموں کو واضح کر دیا۔

میرے جی میں ایسا آیا کہ اپنا سارا سوا لگ کھول دوں، میں نے بڑے بڑے گرگ باران دیدہ اور چھپے ہوئے شہدوں اور پولیس افسروں کو چیر غوطہ بنا لیا ہے مگر جالیا دیوڑی کے سامنے میرے منہ سے آواز تک نہ نکلتی تھی، معلوم نہیں کس طرح میں نے اپنے آپ کو سمجھا لیا۔ بولی یہ تمہارا خیال غلط ہے یوی جی، شاید تب میں تمہارے پیروں پر گر پڑوں گی۔ اپنی یا اپنیوں کی برائیوں پر شرمندہ ہونا پاک نفسوں ہی کا کام ہے۔

جالپانے کہا۔ تو کلیجہ مضبوط کر کے سن لو کہ میں اس مخبر کی بد نصیب میری ہوں جس نے ان بے گناہوں پر یہ آفت ڈھائی ہے ہم لوگ الہ آباد کے رہنے والے ہیں ایک ایسا واقعہ ہوا کہ انہیں وہاں سے بھاگنا پڑا۔
رمانے کہا۔ اس کا قصہ ہے کبھی تم سے بتاؤں گا۔

زہرہ بولی یہ سب مجھے دوسرے دن معلوم ہو گیا، اب میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ جالپانے اپنی کوئی بات شاید ہی مجھ سے چھپائی ہو، کہنے لگی زہرہ میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہوں۔ ایک طرف تو ایک آدمی کی جان اور کئی خاندانوں کی تباہی ہے دوسری طرف اپنی ذمت اور رسوائی ہے۔ میں چاہوں تو آج ان سمجھوں کی جان بچا سکتی ہوں، میں عدالت کو ایسا ثبوت دے سکتی ہوں کہ مخبر کی شہادت کی کوئی وقعت نہ رہ جائے گی، میں اسی دُبدھے میں پڑی اپنے نصیبوں کو رد رہی ہوں نہ تو یہی ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کو مرنے دوں اور نہ یہی ہو سکتا ہے کہ رما کو لوگ میں بھوک دوں۔ میں خود مر جاؤں گی پر انہیں ایذا نہیں پہنچا سکتی۔ ابھی دیکھ رہی ہوں ہائیکورٹ سے کیا فیصلہ ہوتا ہے نہیں کہہ سکتی اس وقت میں کیا کر سکتیوں شاید اسی دن زہرہ کا سو رہوں۔

دیوی دین کا گھر آگیا، ہم دونوں رخصت ہوئے، جالپانے مجھ سے بہت اصرار کیا کہ کل اسی وقت پھر آنا، انہیں صرف شام کو باتیں کرنے کی فرصت ملتی ہے، وہ اتنے روپے جمع کر دینا چاہتی ہیں کہ کم سے کم ویش کے گھر والوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ ایک ہزار سے زیادہ

جس کچھ بھی میں نے بھی پیس روپے ان کی نذر رکھے میں نے دو ایک بار کٹا کٹا کیا کہ آپ اس زحمت میں نہ پڑیں لیکن جب میں نے اس کا اشارہ کیا انہوں نے ایسا منہ بنایا گو یا اب وہ یہ بات سُنا بھی نہیں چاہتی۔

ذرا دم لے کر زہرہ نے پھر کہا میں نے ایک بات سوچی ہے کہ تو بتاؤں؟
رمانے اس طرح کہا۔ گویا اس کا دھیان کہیں اور ہے کیا بات ہے۔
زہرہ۔ الیکٹر صاحب سے کہہ دوں وہ جالپا کو الہ آباد پہنچا دیں۔ بس عورتیں اسٹیشن تک اپنی باتوں میں لگا لے جائیں۔ جوں ہی گاڑی چلے انہیں اس میں بٹھا دیں۔ اس کے سوا اور کوئی تدبیر مجھے نظر نہیں آتی۔

رمانے زہرہ کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر کہا کیا یہ مناسب ہوگا۔
زہرہ شرمندہ ہو کر بولی۔ اور کیا کیا جائے۔

رمانے جپٹ پٹ جوتے پہن لئے اور زہرہ سے پوچھا۔ اس وقت وہ دیبی دین کے ہی گھر پہنچ گئی۔

زہرہ نے اس کا راستہ روک کر کہا۔ تو کیا اسی وقت جاؤ گے۔

رمانہاں زہرہ! اسی وقت جاؤں گا بس ان سے دو باتیں کر کے وہیں جاؤں گا جہاں

مجھے اب سے بہت پہلے جانا چاہیئے تھا۔

زہرہ۔ مگر کچھ سوچ تو لو نتیجہ کیا ہوگا۔

رمانہ خوب سوچ چکا زیادہ سے زیادہ دروغ بیانی کے جرم میں تین چار سال قید

بس اب رخصت! بھول مت جانا زہرہ شاید پھر کبھی ملاقات ہو۔

رمانہ آمد سے اتر کر مٹی میں آیا اور ایک لمحہ میں پھاٹک کے باہر تھا زہرہ بے حس و

حرکت کھڑی اسے حسرت بھری آنکھوں سے دیکھ رہی تھی رمانہ پر اس کا دل کبھی اتنا فریقہ نہ

ہوا تھا جیسے کوئی ناگن اپنے محبوب کو میدان کارزار کی طرف جاتے دیکھ کر غرور سے پھولی

بہ سمانی ہو۔

چوکیدار نے لپک کر دروغ سے یہ خبر کہی۔ سیارے کھانا کھا کر لیٹے ہی تھے گھر اگر بھلے اور
رما کے پیچھے دوڑے، ربا پو صاحب ذرا سینے تو ایک منٹ رک جائیے۔ اس سے کیا فائدہ کچھ معلوم
تو جو آپ کہاں جا رہے ہیں، آخر بے چارے ٹھوکر کھا کر گر پڑے۔ رمانے لوٹ کر انہیں اٹھایا
اور پوچھا کہ میں چوٹ تو نہیں آئی۔

دروغہ نہیں ذرا ٹھوکر کھا گیا تھا۔ آخر آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں سوچئے اس
اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔

رمانے دروغ کو جیکہ دیتے ہوئے کہا۔ جا لیا کو شاید مخالفوں نے ٹپی پڑھائی ہے کہ تو ہا کی
کورٹ میں ایک درخواست دے دے ذرا اسے جا کر سمجھاؤں گا۔

دروغہ نے پوچھا یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا
زہرہ کہیں سن آئی ہے۔

تمہاری بیوی ہو کر تمہارے ساتھ اتنی دغا، ایسی عورت کا سر کاٹ لینا چاہیے۔
اسی لئے تو جا رہا ہوں، یا تو اسی وقت اسے اسٹیشن پر بھیج کر آؤں گا یا اس سے بُری طرح
پیش آؤں گا کہ وہ بھی یاد کرے گی۔

میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔

جی ہنسی، بالکل معاملہ بگڑ جائے گا۔

دروغہ لا جواب ہو گیا۔ ایک منٹ تک کھڑا کچھ سوچا، بار پھر لوٹ پڑا، اُدھر رمانے
ایک تانگہ لیا اور ذی دین کے گھر جا پہنچا۔

تھوڑی دیر قبل جا لیا دینش کے گھر سے پہنچی تھی کہ اتنے میں رمانے نیچے سے آواز دی
ذی دین نے کہا، بھیا میں شاید۔

جا لیا کہہ دو یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔ وہیں جاؤں۔

دیہی نہیں رہیں۔ ذرا پوچھ تو لوں کیا کہتے ہیں اتنی رات گئے انہیں چھٹی کیسے ملی۔

جالپا مجھے سمجھانے آئے ہوں گے۔ اور کیا۔ لیکن منہ دھولیں۔

دیہی دین نے دروازہ کھول دیا۔ رملنے اندر آ کر کہا، دادا تم مجھے یہاں دیکھ کر تعجب کر رہے ہو گے، ایک گھنٹے کی چھٹی لے کر آیا ہوں تم لوگوں سے اپنے بہت سے گناہوں کو معاف کرانا تھا۔ جالپا اوپر ہیں۔

دیہی دین، ہاں ہیں تو، ابھی آئی ہیں بیٹھو کچھ کھانے کو لاؤں۔

راما نہیں میں کھانا کھا چکا ہوں۔ بس جالپا سے دو دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

دیہی رجب وہ تم سے ملیں بھی۔

راما کیا میری صورت سے اتنی نفرت ہے ذرا پوچھو تو۔

دیہی، اس میں پوچھنا کیا ہے، دونوں بیٹھی تو ہیں جاؤ تمہارا گھر جیسے تب ویسے اب بھی۔

راما نہیں دادا ان سے پوچھ لو۔ میں یوں نہ جاؤں گا۔

دیہی دین نے اوپر جا کر کہا، تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں بہو۔

جالپا نے منہ لٹکا کر کہا، تو کہتے کیوں نہیں رکیا میں نے ان کی زبان بند کر دی ہے۔

جالپا نے یہ الفاظ اتنے زور سے کہے کہ نیچے رمانے بھی سُن گئے۔ کتنے دل آزار الفاظ تھے۔

راما سارا شوق ملاقات غائب ہو گیا۔ نیچے ہی کھڑے کھڑے بولا، وہ اگر مجھ سے نہیں بولنا چاہتی

تو کوئی زبردستی نہیں ہے۔ میں اس وقت جج صاحب کے پاس جا رہا ہوں۔ ان سے سارا قصہ

کہوں گا۔ میری عقل پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ جان کی محبت اور تکلیفوں کے خوف نے میری عقل میں

فتور ڈال دیا تھا جیسے کوئی نحوست سر پر سوار تھی۔ تم لوگوں کی دعاؤں نے وہ نحوست دور کر دی

شاید دو چار سال کے لئے سرکاری مہمانی قبول کرنی پڑے۔ جتنا رہا تو پھر ملاقات ہوگی۔ نہیں

تو میری بڑائیوں کو معاف کرنا اور بھول جانا۔ تم بھی دادا اور اماں تم بھی میرے قہوڑوں کو معاف

کرنا۔ تم لوگوں نے میرے ساتھ جو احسانات کئے ہیں اگر جتنا ٹوٹا تو شاید تم لوگوں کی کوئی خدمت

کر سکوں میری تو زندگی خراب ہو گئی نہ دین کا ہوا نہ دنیا کا جا لیا دیوی سے کہہ دینا کہ میں نے ہی ان کے زہر چلائے تھے، صرف کو دینے کے لئے روپوں کی ضرورت تھی اس لئے مجھ کو یہ فعل کرنا پڑا بس یہی کہنے آیا تھا۔

رہا برآمدے کے نیچے اتر پڑا۔ اور تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا چل دیا جا لیا بھی نیچے اتری لیکن رما کا کہیں پتہ نہ تھا، برآمدے کے نیچے اتر کر دیوی دین سے پوچھا کہ صرگئے میں دادا! دیوی دین نے کہا میں نے کچھ نہیں دیکھا ہے بہو! میری آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے وہ اب نہ ملیں گے دوسرے گئے ہیں۔

جا لیا کئی منٹ تک مڑک پر بے خودی کی سی حالت میں کھڑی رہی، انہیں کیسے روکے۔ اس وقت وہ کتنے بالوس ہیں، وہ پچھتا رہی تھی کہ انہیں ذرا دیر کے لئے اوپر کیوں نہ بلالیا آئندہ کا حال کون جانتا ہے نہ جانے کب ملاقات ہو یا نہ ہو، شادی ہونے کے اس دو ڈھائی سال کے اندر کبھی اس کا دل محبت سے اتنا بے تاب نہ ہوا تھا، نمودار اور آسائش کے جنون میں اس نے خانہ محبت کی دیواروں کو دیکھا تھا وہ اسی میں خوش تھی رفیق حیات بن کر اس نے خانہ محبت کے اندر قدم رکھا تھا کتنا دلفریب نظارہ تھا، کتنی دل آویز نگاہیں جہاں کی ہوا میں روشنی میں اور فضا میں تقدس کی جھلک تھی، محبت اپنی معراج پر پہنچ کر پرستش بن جاتی ہے۔

اتنے میں زہرہ آگئی کہ جا لیا کو مڑک پر دیکھ کر بوٹی، یہاں کیسے کھڑی ہو جا لیا آج تو میں نہ اسکی بچو آج مجھے تم سے بہت کچھ باتیں کرنی ہیں۔

(۴۹)

دروغہ کو بھلا کہاں چین رہا کہ جانے کے بعد ایک گھنٹہ تک اس کا انتظار کرتے رہے پھر گھوڑے پر سوار ہوئے اور دیوی دین کے گھر جا پہنچے وہاں معلوم ہوا کہ رما کو یہاں سے

کئے ہوئے آدھ گھنٹے سے اوپر ہو گیا۔ انہیں اعتبار نہ آیا پہلے نیچے کی کوٹھری دیکھی، پھر اوپر چڑھ گئے سمجھا رہا وہاں چھپا بیٹھا ہوگا۔ وہاں تین عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں زہرہ کو شرارت سوچتی تو اس نے لمبا سا گھونگھٹ نکال لیا اور اپنے ہاتھ ساڑھی میں چھپائے، دردغہ کو ٹنک ہوا شاید رہائیس بدے ہوئے بیٹھا ہوا ہے، دیہی دین سے پوچھا یہ تیری عورت کون ہے؟

دیہی دین نے کہا۔ میں نہیں جانتا کبھی کبھی بہو سے ملنے آجاتی ہیں۔

دردغہ تجھ سے اڑاتے ہو کچر۔ ساڑھی پہنا کر ملزم کو چھپانا چاہتے ہو۔ جالیا دیوی سے کہہ دو نیچے چلی جائیں، اس گھونگھٹ والی عورت کو یہیں رہنے دو!

جالیا چلی گئی تو دردغہ جی نے زہرہ کے پاس جا کر کہا۔ کیوں حضرت مجھ سے یہ چالیں، وہاں سے کیا کہہ کر آئے تھے اور یہاں مرنے میں ہی آگئے۔ اب یہ بھیس اتار دے اور میرے ساتھ چلنے دیر ہو رہی ہے۔

یہ کہہ کر انہوں نے زہرہ کا گھونگھٹ اٹھا دیا۔ زہرہ نے تہقہ مارا۔ دردغہ جی کو کیا پھسل کر حیرت کے گڑھے میں گر پڑے۔ اسے زہرہ غم یہاں کہاں؟

زہرہ نے کہا۔ اپنی ڈیوٹی بجا رہی ہوں۔

اور رانا ہاتھ کہاں گئے کہتیں تو معلوم ہی ہوگا۔

وہ تو میرے یہاں آنے کے پہلے ہی چلے گئے تھے۔

اچھا ذرا میرے ساتھ آؤ اس کا پتہ لگانا ہے۔

کیا ابھی تک شنگے پر نہیں پہنچے۔

نہ نہ جانے کہاں رہ گئے۔

زہرہ دردغہ جی کے ساتھ چلی تو انہوں نے راستے میں پوچھا جالیا کب تک یہاں سے جا کے گی۔

زہرہ۔ میں نے خوب پیٹی پڑھائی ہے۔ اب اس کے یہاں سے جانے کی ضرورت

نہیں رہا ناخن نے بری طرح ڈانٹا ہے ۔
 تمہیں یقین ہے اب یہ کوئی شرارت نہ کرے گی ۔
 ہاں میرا تو یہی خیال ہے ۔
 تو کبیر بھرت کہاں چلے گئے ؟
 کہہ نہیں سکتی پیسے ہوئے زینے ۔
 تو کہیں گر گرا پڑا ہوگا ، اس نے بہت دق کیا ہے ، میں ذرا ڈپٹی صاحب کے
 پاس جاتا ہوں ۔ آؤ تمہیں تمہارے گھر تک پہنچا دوں !
 بڑی عنایت ہوگی ۔
 ذرا دیر میں زہرہ کا مکان آگیا ، وہ اتر کر زینے کی طرف چلی ، مگر اتنی دیر میں دروازہ
 جی بھی مزے میں آگئے بولے ! اب تو جانے کوجی نہیں چاہتا ، زہرہ چلو کچھ غپ شب ہو
 میں بھی آتا ہوں ۔
 زہرہ نے زینے کے اوپر قدم رکھ کر کہا ، جا کر پہلے ڈپٹی صاحب کو اطلاع دیجئے
 یہ غپ شب کا موقع نہیں ہے ۔
 دروازہ نے موڑ سے اتر کر کہا ، نہیں اب نہ جاؤں گا ، زہرہ ! صبح دیکھی جائے گی ۔
 زہرہ نے اوپر چڑھ کر دروازہ بند کر لیا اور اوپر جا کر کھڑکی سے سر نکال کر بولی ۔
 آداب عرض !

(۵۰)

دروازہ جی مجبور ہو کر کھڑکی پر لیٹ رہا ، زینہ کھلی تو آٹھ بج رہے تھے ، اٹھ کر بیٹھ
 ہی تھے کہ ٹیلیفون پر بکار ہوئی ۔ ڈپٹی صاحب پوچھ رہے تھے ، زانا نا تھرات کو بنگلے
 پر تمنا یا نہیں ۔

دروغہ کے ہوش اڑ گئے بولے نہیں مجھ سے بیان کر کے اپنی بیوی کے پاس چلا گیا تھا۔
 ڈپٹی صاحب نے غصے کے ساتھ کہا تم نے اسے کیوں جانے دیا تم سے اس
 کا جواب طلب ہوگا، اس نے جج سے سبب حال کہہ دیا ہے۔ مقدمہ کی جانچ پھر سے ہوگی
 آپ سے بڑا بھاری بلینڈر ہوا ہے، سارا محنت پانی میں گر گیا۔

دروغہ تو کیا وہ رات کو جج صاحب کے پاس چلا گیا۔
 ڈپٹی، راتوں میں گیا تھا جج صاحب پھر سے مقدمہ کی پیشی کرے گا یہ سب آپ کا
 بنگلہ ہے، زہرہ بھی دغا دیا۔ اب رانا ناتھ کا سب سامان کمشنر صاحب کے پاس بھیج
 دو روہ کسی دوسری جگہ ٹھہرایا جائے گا۔

دروغہ جی اسی وقت رانا ناتھ کا سب سامان لے کر پولیس کمشنر کے بنگلے کی طرف
 چلے، راپر الیا غصہ آ رہا تھا کہ پائیں تو کچا بنگل جا رہی۔ کم بخت کی کتنی خوشامدیں کہیں۔
 کتنی ناز برداری کی مگر دغا ہی دے گیا۔ اس میں زہرہ کی بھی سازش ہے، آج ہی بیگم صاحب کی
 بھی خبر لیتا ہوں۔ پھر دی دیں سے بھی سمجھوں گا۔

ایک ہفتہ تک پولیس کے حکام میں جوہل چل رہی اس کا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت
 نہیں رات اور دن — اسی فکر میں چکر کھاتے رہتے۔ مقدمہ سے کہیں زیادہ اپنی فکر تھی۔
 سب سے زیادہ تشویش دروغہ صاحب کو تھی۔ انہیں اپنے بچنے کی امید نظر نہیں آتی، ڈپٹی
 اور انکیسٹروں نے ساری بلا اس کے سر ڈال دی تھی اور خود بالکل الگ ہو گئے تھے
 سارے شہر میں یہ خبر پھیل گئی، اس مقدمہ کی دوبارہ پیشی ہوگی۔ انگریزی انصاف کی
 تاریخ میں یہ عظیم المثال واقعہ تھا، دو کیلوں میں اس پر قانونی مباحثے ہوتے جج صاحب کو
 اس کا مجاز ہے، کبھی یا نہیں، لیکن جج اپنے ارادے پر مستقل تھا، پولیس والوں نے بڑے بڑے
 زور لگائے، پولیس کمشنر نے بیان تک کہا کہ اس سے سارا حکمہ بدنام ہو جائے گا، لیکن جج
 نے کسی کی نہ سنی، چھوٹی شہادتوں پر پندرہ آدمیوں کی زندگی برباد کرنے کی ذمہ داری لیتے

اے روحانی تکلیف ہوتی تھی۔ انہی نے ہائی کورٹ اور گورنمنٹ دونوں ہی کو اس کی اطلاع دے دی تھی۔

ادھر پولیس واسے رما کی تلاش میں رات دن سرگرداں رہتے تھے۔ لیکن رمانہ جانے کہا روپوش ہو گیا تھا۔

ہفتوں حکام میں خط و کتابت ہوتی رہی۔ منوں کاغذ سیاہ ہو گئے۔ اخباروں میں بھی اس معاملہ پر تیس آرائیاں ہوتی رہتی تھیں ایک اخبار کے ایڈیٹر نے جالباب سے ملاقات کی اور اس کا بیان شائع کر دیا۔ دوسرے اخبار نے زہرہ کا بیان چھاپ دیا۔ ان دونوں بیانات نے پولیس کی تجنیہ ادھیڑی۔ زہرہ نے صاف کہہ دیا کہ مجھے صرف اس لئے پچاس روپے روز دیئے جاتے تھے کہ رمانہ کو بھلائی رہوں اور اسے کچھ سوچنے یا کرنے کا موقع نہ ملے۔ پولیس والوں نے یہ بیان پڑھا تو دانت پیس لئے۔

آخر دو مہینے کے بعد فیصلہ ہوا۔ اس مقدمہ کی سماعت کے لئے ایک سرولین تعینات کیا گیا۔ پھر بینیاں ہونے لگیں۔ پولیس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ ملزموں میں کوئی مخبر بن جائے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ دروغہ صاحب چاہتے تو می شہادتیں بنا سکتے تھے۔ لیکن افسر کی خود غرضی سے وہ اتنے بکیدہ خاطر ہوئے کہ دُور سے تماشہ دیکھنے کے سوا اور کچھ نہ کیا۔ جب ساری نیک نامی افسروں کو ملتی ہے اور ساری بدنامی ماتحتوں کو تو کوئی کیوں شہادتیں بنائے۔

آخر پولیس کو مجبور ہو کر مقدمہ اٹھا لینا پڑا۔ طویلے کی بلابندر کے سرگئی دروغہ منزل ہو گئے۔ اور نائب دروغہ کازائی میں تبادلہ کر دیا گیا۔

جس دن ملزموں کو بری کیا گیا، آدھا شہر ان کا خیر مقدم کرنے کو جمع تھا پولیس نے انہیں دس بجے رات کو چھوڑا۔ لیکن خلقت جمع ہو گئی، لوگ جالباب کو بھی کھینچے گئے اس پر پھولوں کی بارش ہو رہی تھی اور اس کی تقریف کے نعروں سے آسمان گونج رہا تھا۔

گوراناہر کی مصیبتوں کا ابھی خاتمہ نہ ہوا تھا۔ اس پر دروغ بیانی کا مقدمہ چلانے کا فیصلہ

ہو گیا۔

(۵۱)

اسی بنگلے میں ٹھیک دس بجے مقدمہ پیش ہوا۔ سادون کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ کلکتہ دھڑل
ہور ہا تھا لیکن تماشائیوں کا ہجوم میدان میں بکھڑا تھا۔ عورتوں میں ونیش کی بیوی اور ماں بھی
آئی تھیں۔ پیشی سے دس منٹ پہلے جا لیا اور زہرہ بھی بند گاڑیوں میں آ پہنچیں۔
پولیس کی شہادتیں شروع ہوئیں۔ پرائن میں قابل ذکر کوئی بات نہ تھی۔ محض ضابطہ کی
پابندی تھی۔ اس کے بعد رمانا تھ کا بیان ہوا۔ پراسس میں کوئی نئی بات نہ تھی اس نے اپنی زندگی
کے پورے ایک سال کی سرگزشت کہہ سنائی۔ روکیل کے پوچھنے پر اس نے کہا جا لیا کی بے
نفسی، حق پسندی اور استقلال نے میری آنکھیں کھولیں۔ اور اس سے بھی زیادہ زہرہ کی
دلجوئی اور خلوص نے۔ میں اسے اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ مجھے اس طرف سے روشنی
ملی۔ جیڑھ اور ردن کو تارکی ہی ملتی ہے۔

اس کے بعد صفائی کی طرف سے دی جا لیا اور زہرہ کے بیان ہوئے۔ زہرہ کا بیان
بہت ہی پڑا تھا۔ اس نے کہا۔ میں نے دیکھا کہ جس آدمی کو تانہ ستم بنانے کی ہمت تھی سو پنی
گئی ہے وہ خود درد سے تڑپ رہا ہے اسے مرہم کی ضرورت ہے زخموں کی نہیں جا لیا دیوی
نے اسے جتنی عقیدت تھی اسے دیکھ کر مجھے اپنی خود غرضی اور بے غیرتی پر شرم آئی۔ میری
زندگی کتنی حقیر کتنی گری ہوئی اور کتنی نثرناک ہے۔ یہ مجھ پر اس وقت کھلا جب میں جا لیا
سے ملی۔ اس کی بے غرض خدمت اس کے مردانہ عزم اور اس کی پاک عزیمت دوستی نے
میری زندگی کی رفتار بدل دی۔ میں نے فیصلہ کیا اس آغوش میں میں بھی پناہ لوں گی۔
مگر اس سے بھی مکر کا بیان جا لیا کا تھا۔ وہ بیان سن کر حاضرین کی آنکھوں
میں آنسو آ گئے۔ اس کے آخری الفاظ یہ تھے۔ میرے شوہر بے گناہ ہیں البتہ کی نگاہوں